حسرت کا تغزل

ادارہ ہذا	مصنف	نمبر شمار
چیئر پرسن شعبہ اُردو، لاہور کالج برائے خواتین، یونیورسٹی لاہور، پاکستان	ریحانہ کوثر	1

Abstract: Hasrat Mohani was born in the small town of Mohan in 1875 and was later known as a scholar, journalist, writer, politician, researcher, poet, and thinker. Hasrat Mohani was a great poet of ghazals, and he was known for his love for this branch of poetry, which is why Hasrat Mohani's name came to one's mind involuntarily when even ghazal is mentioned. Ghazal is actually the romantic tale of our life's momentous events; ghazal translates our feelings, emotions, and narratives. These are those heartstrings that take millions to express, but through ghazal. They can be expressed beautifully and emotionally. The credit for purging ghazal from the courtly and traditional norms goes to Hasrat Mohani. He adorned the ghazal with reality and naturalism. Romance, love, and beauty are the topics that we find in Hasrat's poetry. Whereas love's beauty and blandishments are described in his ghazals. Sometimes we find in his poetry stoic and Protonic, and on other occasions it gets tangy and savoury. Hasrat gave a new trend to ghazal, which turns out to be an inspiration for the coming generations.

Keywords: Hasrat Mohani, Ghazal, Poetry, Love, Inspiration

Email: rehanakausar08@gmail.com

1875ء میں ضلع اناؤ کے قصبے موہاں میں ایک ایسے شخص کی پیدائش ہوئی جو آگے چل کر ان راہوں کا مسافر بنا جس نے انھیں ایک بڑا عالم، صحافی، محقق، ادیب، بالغ النظر سیاست دان، صوفی، مفکر، مدبر اور شاعر کی حیثیت سے پہچان دی۔ اتنی ساری جہات کا کسی ایک شخص میں پایا جانا ایک ناممکن سی بات ہے لیکن ہندوستان کی تاریخ میں اس کثیر الجہت شخصیت کو حسرت موہانی کے نام سے جانا جاتا ہے۔

حسرت موہانی ایک بڑے غزل گو شاعر اور غزل کے رسیا تھے شاید اسی لیے غزل کے ذکر کے ساتھ حسرت کی یاد بے اختیار آتی ہے۔ حسرت کی غزل کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ انھوں نے اردو غزل کو درباری اور روایتی باتوں سے پاک کیا اور اسے حقیقت اور فطرت کا آئینہ دار بنایا۔ اس کے ساتھ ہی انھوں نے غزل کو عشق و محبت کی ہر ادا سے آشنا کیا۔ ان کی غزل کا محبوب اسی معاشرے کا فرد ہے وہ کوئی تخیلی معشوق نہیں بلکہ وہ اس معاشرے کا حصہ ہے جس میں میں اور آپ سانس لے رہے ہیں۔ ڈاکٹر یوسف حسین خان حسرت موہانی کے محبوب کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

> ”حسرت نے اپنے عشق پاکباز کی بدولت اردو غزل کو بالکل ایک نئے قسم کے محبوب سے روشناس کرایا جو ان کی شاعری کی طرح منفرد ہے“۔[1]

غزل کیا ہے؟ یہ کن جذبات کا منبع ہوتی ہے؟ یہ دراصل ہماری زندگی کے اہم و نازک ترین واقعات و معاملات، حساس موڑ اور قدیم وجدید اندازِ فکر کی ایک رومانوی داستان ہے جسے غزل کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ دلی جذبات و کیفیات کی ترجمانی کرتی ہے وہ احساسات جن کو بیان کرنے کے لیے برسوں بیت جاتے ہیں۔ وہ غزل کے پیرائے میں نہایت خوبصورتی سے بیان کیے جاتے ہیں۔ یعنی یہ وہ رومانوی داستان بیان کرتی ہے جس کے پس منظر میں مختلف قسم کے خارجی اور داخلی اثرات کارفرما ہوتے ہیں۔

کہیں یہ غزل نوابوں کی آغوش میں پرورش پاتی ہوئی ذہنی خوشی کا باعث بنی تو کہیں غربت و افلاس کی سختیوں سے گزرتی ہوئی تصوف اور تقدیر پرستی کے دامن میں پناہ لیتی ہے تو کہیں یہ حسن و جمال کی ان دیکھی دنیا کے خواب آنکھوں میں باقی رہی اور برسوں اس محبوب کے تصوراتی خیالوں میں خود کو الجھاتی ہوئی عشاق کے دلوں میں امید کے دیئے جلاتی رہی۔

حسرت کی غزل میں بڑا کارنامہ یہ رہا کہ انھوں نے غزل کو نئی جلا بخشی اور اس کی بقا کے لیے نئی نئی راہیں نکالیں۔ انھوں نے غزل کو مروجہ زمانے کے عامیانہ پن، سوقیانہ پن، فحش و عریانیت، خیالی و بے سروپا باتوں سے پاک کیا اور اس میں حقائق، ذاتی تجربات و مشاہدات اور پاکیزہ کیفیات کو شامل کیا۔ اس میں تازگی کا احساس پیدا کرنے کے لیے نئے اور عصری موضوعات کو شامل کیا تاکہ یہ تجربات ومشاہدات کا عکس بن جائے۔ اس حوالے سے پروفیسر نظیر صدیقی لکھتے ہیں:

> "اردو غزل میں ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ ایک طرف انھوں نے غزل کو اس زہد پسندی سے بچایا جسے حالی رواج دینے کی کوشش کر رہے تھے اور دوسری جانب انھوں نے غزل کو اس سطحی معاملہ بندی سے نجات دلائی جسے داغ اور امیر پورے ہندوستان میں مقبول عام بنا چکے تھے"۔[2]

حسرت کی تنقیدی بصیرت ان عامیانہ اور پرانی روشوں کو قبول نہ کر سکی جو اس زمانے میں رائج تھیں۔ حسرت کا محبوب کوئی بے حقیقت خوابوں کا ردعمل نہ تھا جسے کسی ناکام تصور کے سہارے کی ضرورت ہوتی بلکہ ان کا محبوب اسی تہذیب و معاشرت کا جیتا جاگتا انسان تھا۔ جس نے اسی ماحول میں پرورش پائی تھی۔ حسرت کا محبوب ایک سچ مچ کا جیتا جاگتا، گوشت پوست کا انسان تھا۔ جس کے ستم و کرم، ناز و ادا کے تمام پہلو روایتی نہیں بلکہ واقعاتی تھے۔ ڈاکٹر شاہد ضمیر درانی حسرت موہانی کی غزل گوئی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"مولانا حسرت موہانی بنیادی طور پر ایک شاعر تھے اور شاعری کی بدولت ہی سیاسی زندگی میں کامیاب رہے۔۔۔ آج حسرت ایک اسکول شاعر کے بانی سمجھے جاتے ہیں۔ حسرت کازیادہ کلام غزلیں ہی ہیں۔ غزل اردو کی ایک فرسودہ صنف مان لی گئی تھی اور زیادہ فضول تکلفات اور بناوٹ اور تصنع کی وجہ سے غیر دلچسپ ہو گئی تھی۔ حسرت نے غزل کو موثر اور دلچسپ بنایا"۔[3]

غرض حسرت نے اپنے جذبات و احساسات کی ترجمانی کے لیے غزل کا سہارا لیا۔ حسرت بنیادی طور پر غزل کے شاعر تھے اور تمام عمر غزل کے گیسو سنوارنے میں مصروف رہے اور اسے روایتی سوقیانہ پن سے نکال کر ایک نئی راہ عطا کی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا اصل جوہر اسی صنف میں بروئے کار آیا ہے۔ کیونکہ غزل سے انھیں بے پناہ انسیت اور فطری مناسبت تھی جس کا وہ خود اعتراف کرتے ہیں:

عشق حسرت کو ہے غزل کے سوا

نہ قصیدے نہ مثنوی کی ہوس

لکھتا ہوں مرثیہ نہ قصیدہ نہ مثنوی

حسرت غزل ہے صرف مری جانِ عاشقاں

حسرت کی غزلیہ شاعری کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی غزلوں میں مختلف طرح کے مضامین اپنی جگہ بناتے ہیں، لیکن ان کے یہ مضامین داخلی جذبات واحساسات اور عشقیہ واردات و کیفیات سے جڑے ہوئے ہیں۔ حسرت کی غزلوں کا محور ان کا عشق ہے جس کے گرد ان کی غزلوں کا موضوع گھومتا ہے۔ ان کی غزلوں کے مضامین صداقت پر مبنی ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کا محبوب ایک جیتا جاگتا انسان ہے جو اسی دنیا میں رہتا ہے جہاں ہم سانس لیتے ہیں اور انھیں اپنے اس محبوب سے بے پناہ محبت بھی ہے۔ اسی محبت کے سبب وہ اپنے محبوب کے ناز و ادا اٹھاتے ہیں اس کے نخرے برداشت کرتے ہیں تو کبھی اس کی جفا و تغافل اور بے التفاتی پر شکوہ کرتے ہیں تو کبھی اس کے ہجر میں تڑپتے اور وصال کی آرزو کرتے ہیں تو کبھی اس کا سراپا بیان کر کے خوش ہوتے ہیں۔ الغرض حسرت نے اپنے محبوب کو مختلف مضامین میں بیان کیا ہے اس ضمن میں چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

ہم نے کس دن ترے کوچے میں گزارانہ کیا

تو نے اے شوخ مگر کام ہمارا نہ کیا

جب دیا تم نے رقیبوں کو دیا جام شراب

بھول کر بھی مری جانب کو اشارا نہ کیا

اللہ ری جسم یار کی خوبی کہ خود بخود

رنگینیوں میں ڈوب گیا پیرہن تمام

حسرت کی غزلوں کے فکری پس منظر میں عشق کے صادق جذبوں کی قوتیں کافرما ہیں کیونکہ انھوں نے شاعری میں مروجہ اصولوں کو نیا موڑ دیا اور تصنع، بناوٹ، غلط قسم کی شاعرانہ وضع داری اور مصلحت پسندی کی بجائے انھوں نے ہر قسم کے خیالات کا نہایت جرات اور بے باکی کے ساتھ اظہار کیا ہے۔ اپنے پیش رو غزل گویوں کی نسبت حسرت کے ہاں تغزل کا صاف ستھرا اور نکھرا ہوا روپ نظر آتا ہے جس میں کسی طرح کا عامیانہ پن اور جھول نہیں ہے۔ کیونکہ تغزل کی اصل روح عشق ہے اور حسرت نے اس موضوع کو برتنے میں پورے حقوق و فرائض ادا کیے ہیں۔ انھوں نے اس موضوع کو برتنے میں نہایت سلیقہ مندی کا ثبوت دیا اور زمانے کی عام فرسودہ روش سے ہٹ کر اپنی الگ راہ نکالی اور ان کا یہ کارنامہ ان کے اور اردو غزل کے حق میں نہایت مفید اور کارآمد ثابت ہوا۔ عبدالقادر سہروردی لکھتے ہیں:

> "اردو شاعری میں وہ ایک نئے دبستان کے بانی ہیں جس کا اصل اصول ذاتی جذبات اور ماحول کے حالات کو غزل میں پوری نمائندگی کرنا ہے۔ غزل کی روح "عشق" ہے لیکن قدیم غزل گو شعرا کا تخیل "عشق" کے متعلق بہت محدود اور عموماً صنفی جذبات سے متصف تھا۔ اس کے علاوہ وہ اظہار کی ایک گہری رسم پرستی میں مبتلا تھے۔ صوفی شعرا نے اس میں کچھ وسعت پیدا کر دی تھی لیکن حسرت موہانی نے عشق کے تخیل کو اپنی غزل کے ذریعے مقبول بنا دیا ہے۔ یہ کام حسرت نے نہایت خاموشی سے انجام دیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ موجودہ زمانے میں اردو غزل پھر سے زندہ ہو گئی"۔ [4]

حسرت کی غزل کی جرات و بے باکی کا اندازہ اس سے بہتر کیسے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ محبوب کے اٹھنے، بیٹھنے، سونے، جاگنے کے انداز کا ذکر کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔

سر کہیں بال کہیں، ہاتھ کہیں پاؤں کہیں

ان کا سونا بھی ہے کس شان کا سونا دیکھو

ڈاکٹر احمر بدری حسرت کے محبوب کے ناز و ادا پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”حسرت کی دنیا حسن و عشق کی دنیا ہے۔ ان کے اشعار میں ایک چلتے پھرتے محبوب کی پرچھائیاں صاف نظر آتی ہےں پھر ان کے محبوب کے ناز و انداز بھی خیالی نہیں بلکہ اصلیت پر مبنی ہیں۔ حسرت کے یہاں جہاں عشق کی داخلی کیفیات اور قلبی واردات کا بیان ہے وہیں محبوب کے ناز و انداز، قد و قامت اور جمال رخ زیبا کا بھی ذکر ہے“۔[5]

حسرت کی غزل میں ہمیں تمام دلی کیفیات دیکھنے کو ملتی ہیں۔ یہ ان کا جراتِ اظہار ہے کہ محبت کے حوالے سے تمام حوالے ان کی غزلوں میں ملتے ہیں۔ کہیں وہ آغازِ محبت کے حسین لمحوں کو اپنی غزلوں میں بیان کرتے ہیں تو کہیں اس دیوانگی و بے خودی کو بتاتے ہیں جو عاشق کو محبوب کی جدائی میں سہنی پڑتی ہے۔ حسرت نے یہ تمام حقیقی داستانیں، واقعات اپنی غزل میں اس طرح بیان کی ہیں کہ کہیں بھی تصنع یا بناوٹ کا عنصر ظاہر نہیں ہوتا:

چپکے چپکے رات دن آنسو بہانا یاد ہے

ہم کو اب تک عاشقی کا وہ زمانہ یاد ہے

غیر کی نظروں سے بچ کر سب کی مرضی کے خلاف

وہ ترا چوری چھپے راتوں کو آنا یاد ہے

دوپہر کی دھوپ میں میرے بلانے کے لیے

وہ ترا کوٹھے پر ننگے پاؤں آنا یاد ہے

حسرت کی غزل کا ایک اہم پہلو سیاست بھی ہے۔ وہ ایک شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک باکمال سیاست دان بھی تھے۔ ہندوستان کی آزادی کے لیے حسرت نے عظیم کردار ادا کیا۔ اس حوالے سے کئی بار جیل بھی جانا پڑا جہاں طرح طرح کے ظلم و ستم کے پہاڑ ان پر توڑے گئے۔ انھیں ایک سال تک ہر روز سزا کے طور پر ایک من گیہوں چکی پر پیسنا پڑی کیونکہ حسرت آزادی کے متوالے تھے وہ انگریزوں سے آزادی چاہتے

تھے۔ اس لیے ان کے حوصلے پست کرنے کے لیے انھیں جیل میں اذیتیں دی جاتی مگر باوجود اس ظلم کے حسرت نے انگریزوں سے ہار نہ مانی اور جیل کی سلاخوں کے پیچھے بھی آزادی کے نغمے گاتے رہے اور اپنی اکثر غزلوں میں اس ظلم و ستم کا اظہار بھی کیا۔

ہے مشق سخن جاری چکی کی مشقت بھی

اک طرفہ تماشہ ہے حسرت کی طبیعت بھی

اچھا ہے اہل جور کیے جائیں سختیاں

پھیلے گی یوں ہی شورشِ حب وطن تمام

حسرت نے اردو غزل کے متعلق کوئی نیا نظریہ یا قانون پیش نہیں کیا تھا۔ بلکہ انھوں نے تو اسے دلی جذبات و احساسات کا نمونہ بنایا تھا۔ ان کی پوری زندگی مشکلات و مصائب کی نہایت درد ناک داستان پر مشتمل ہے جس میں انھیں انگریزوں کے ظلم و ستم کو بھی سہنا پڑا لیکن اس سب کے باوجود انھوں نے "آرزو" کرنا نہ چھوڑی، ان کی غم انگیز زندگی آرزوئے آزادی، آرزوئے محبت اور آرزوئے حسن میں بسر ہوئی گویا وہ سراپا آرزو تھے۔ حسن کا اظہار انھوں نے اپنے اشعار میں بھی کیا ہے۔

گرفتار مصیبت ہوں، اسیر دام محبت ہوں

میں رسوائے جہانِ آرزو ہوں یعنی حسرت ہوں

حسرت ایک صوفی منش انسان تھے۔ اس لیے ان کی غزلوں میں ہمیں صوفیانہ عناصر بھی دیکھنے کو ملتے ہیں۔ حسرت کا قول ہے کہ تصوف جان مذہب اور عشق تصوف ہے۔ ان کے تصوف کی بنیاد " العشق ہو اللہ و الحسن والحق " کے عقیدے پر قائم ہے۔ حسرت نے ایک قلندر کی طرح عام اور سادہ زندگی بسر کی۔ دنیا کے تمام انسانوں کو خدا کی مخلوق تصور کرتے تھے۔ اس لیے انسانیت، محبت، بھائی چارے اور باہمی اتحاد و اتفاق پر زور دیا۔ تبھی ہمیں ان کی غزلوں میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کا پیغام ملتا ہے اور دنیا کی محبت، حرص و ہوس کو انسان کے لیے زہر قرار دیا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

پڑھیے اس کے سوا نہ کوئی سبق

خدمت خلق و عشق حضرت حق

پھرتی رہتی ہے آدمی کو لیے

خوار، دنیا میں آدمی کی ہوس

حسرت کو زبان و بیان پر قدرت حاصل تھی۔ انھیں الفاظ کی نزاکت ونفاست اور اس کے مزاج سے مکمل واقفیت تھی تبھی ان غزلوں میں بے جا الفاظ کا استعمال معلوم نہیں ہوتا وہ کم سے کم الفاظ میں گہری سے گہری بات بیان کر جاتے۔ جو کام ایک بت تراش اپنے اوزار کے ساتھ کرتا ہے اور ایک حسین پیکر تراش کر پیش کرتا ہے اسی کام کو ایک بڑا اور کہنہ مشق شاعر چند الفاظ کے ذریعے ایسے خوبصورت پیکر تراشتا ہے جو خیالوں سے نکل کر ہمارے ساتھ زندہ وجاوید ہوجاتے ہیں۔ حسرت کو یہ کمال حاصل ہے کہ لفظوں کے کھیل سے وہ ایسے حسین پیکر اپنی غزلوں میں پیش کرتے رہے کہ معلوم ہی نہ ہوتا تھا کہ یہ خیالی محبوب ہے یا حقیقی۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

چل بھی دیئے وہ چھین کے صبر وقرار دل

ہم پوچھتے ہی رہ گئے یہ ماجرا ہے کیا

یاد کر وہ دن کہ تیرا کوئی سودائی نہ تھا

باوجودِ حسن تو آگاہِ رعنائی نہ تھا

حسرت کی غزلوں میں ہمیں فارسی تراکیب کا استعمال بکثرت ملتا ہے۔ جو ان کے ذہنی استعداد اور قوت اختراع کا پتہ دیتی ہیں۔ یہ تراکیب غزل میں ”محسوساتی“ ہونے کے ساتھ ساتھ خاص معنوی حسن بھی رکھتی ہیں۔ مثلا، ربط شناسائی، شرمسار، انتظار، اضطراب خاموش، سرگرم نیاز، اضطراب خاموش اور اقرارِ آساں وغیرہ۔

ہم رہے یاں تک تری خدمت میں سرگرم نیاز

تجھ کو آخر آشنائے نازِ بے جا کر دیا

میرے اصرارِ مضطر میں نہاں تھی میری مایوسی

تیرے اقرارِ آساں سے تیرا انکار پیدا ہوا

حسرت کے ہاں فارسی تراکیب کے علاوہ سہل ممتنع کی مثالیں بھی پائی جاتی ہیں۔ لیکن ان اشعار میں وہ گہرائی، درد اور سوزش کی کیفیت نہیں جو میر کی غزلوں میں موجود ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان میں حسن بیان اور سادگی زیادہ پائی جاتی ہے۔

تری بدنامیوں کا ڈر ہے ورنہ

ہمیں کچھ خوفِ رسوائی نہ ہوتا

مرضی یار کے خلاف نہ ہو

لوگ میرے لیے دعا نہ کریں

حسرت کی غزلوں میں پیکر تراشی کرتے ہوئے تشبیہوں اور استعاروں کا استعمال بھی ملتا ہے اگرچہ یہ تشبیہیں حسرت کے یہاں کم ملتی ہے لیکن جہاں انھوں نے پیکر تراشی میں تشبیہوں سے مدد لی ہے وہاں ان کی شاعری مصوری سے ہم آہنگ ہو گئی ہے۔ بقول ڈاکٹر عبادت بریلوی:

"یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ شاعری میں مصوری کی خصوصیات پیدا کرنے کے لیے ہی انھوں نے تشبیہوں کا استعمال کیا ہے"۔

عالم حسن میں ہیں نور کی نہریں جاری

یارواں عارضِ جاناں کے کنارے آنسو

پیرہن اس کا ہے سادہ رنگین

یا عکس مے سے شیشہ گلابی

حسرت کے شعری محاسن پر بات کرتے ہوئے ڈاکٹر یوسف حسین خان لکھتے ہیں:

"حسرت کے ہاں صنف غزل اپنے عروج پر نظر آتی ہے ان کے کلام میں غالب اور مومن کی نازک خیالی نے نیا روپ اختیار کیا ہے۔ حسرت کی شاعری اساتذہ سے متاثر ہے لیکن ان کے کلام پڑھتے وقت ہم محسوس کرتے ہیں کہ ان کے لب ولہجہ میں نیا پن ہے، انھوں نے غزل میں ایک نئی لَے چھیڑی ہے جو ان کی انفرادیت کی آواز بازگشت ہے"۔[6]

الغرض، حسرت کی غزل کی خوبی اس کے مضامین اور اندازِ فکر ہے۔ انھوں نے حسن وعشق، ہجر ووصال، رنج وغم وغیرہ کے موضوعات کو جذبات واحساسات اور واردات وکیفیات کے متنوع پہلوؤں کو صداقت، خلوص اور فنکارانہ قوتوں کے ذریعہ حقیقت نگاری کے قالب میں ڈھال کر اس طرح ہمارے سامنے پیش کیا جس کی مثال اردو غزل میں حسرت کے علاوہ اور کہیں نہیں ملتی۔ یہی وہ خوبی ہے جس

کے باعث حسرت قدیم شعراء کی صنف سے ذرا آگے کھڑے دکھائی دیتے ہیں۔ اگرچہ ان کی غزلوں میں زیادہ تر وہی مضامین دھرائے گئے ہیں جن میں محبوب کے وصال، ہجر، فراق، تڑپ، درد، نالہ و فریاد، آہ و فغاں اور جود و ستم کی وہی پرانی داستان کی تکرار نظر آتی ہے۔ لیکن یہاں ایک واضح فرق ان کے اظہار میں متانت، سنجیدگی، اعتدال، حقیقت نگاری کے روپ میں دیکھنے کو ملتا ہے اور یہی فرق حسرت موہانی کو دوسرے شعراسے ممتاز کرتا ہے۔

شعر دراصل ہیں وہی حسرت

سنتے ہی دل میں جو اتر جائیں

حوالہ جات:

[1]. معراج نیر، سید۔ حسرت موہانی تنقیدی مطالعہ۔لاہور: مکتبہ میری لائبریری۔۱۹۷۳ء۔ ص:۹

[2]. مظہر صدیقی۔ جدید غزل پاکستان اور ہندوستان میں۔ مشمولہ۔ فنون۔ جدید غزل نمبر۔ (لاہور) فنون پریس۔۱۹۶۹۔ ص:۱۵۲

[3]. محمد اصغر کاظمی، سید۔ حسرت شناسی کے چند زاویے۔لاہور: گنج شکر پریس۔۲۰۱۶۔ دیباچہ

[4]. عبد القادر سروری۔ جدید اردو شاعری۔لاہور: کتاب منزل کشمیری بازار۔۱۹۴۶۔ ص:۲۸

[5]. احمر لاری، ڈاکٹر۔ حسرت موہانی حیات اور کارنامے۔لاہور: گنج شکر پریس۔۱۹۹۹ء، ص:۲۴۷

[6]. یوسف حسین خاں، ڈاکٹر۔ اردو غزل۔ اعظم گڑھ: دار المصنفین شبلی اکیڈمی۔۲۰۱۰۔ ص :۱۱۴